تفسیر نعیمی (جلد اول) کی چند تفسیری خصوصیات

محمد شعیب عطاری
ریسرچ اسکالر شعبہ علوم اسلامی، جامعہ کراچی

مصنف کا تعارف

حکیم الامت مفسر قرآن مولانا مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ یوسف زئی پٹھان قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے خاندان کے چند افراد مغل دور میں افغانستان سے ہجرت کر کے ہندوستان آگئے تھے۔ آپ کے دادا مرحوم منور خاں رحمۃ اللہ علیہ اوجھیانی (بدایوں ہندوستان) کے معزز لوگوں میں شمار ہوتے تھے اور اپنے ہاں کے میونسپل کمیٹی کے ممبر بھی تھے۔ آپ کے والد کا نام محمد یار تھا جو ایک دیندار اور عبادت گزار انسان تھے۔ انہوں نے اوجھیانی (بدایوں) کی جامع مسجد کی امامت خطابت اور انتظامی امور سب کچھ اپنے ذمے لے رکھا تھا اور یہ خدمات انہوں نے مسلسل ۳۵ سال تک بلا معاوضہ سر انجام دیں۔

پیدائش

مولانا محمد یار رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں یکے بعد دیگرے پانچ لڑکیاں پیدا ہوئی تھیں۔ پانچویں بچی کے بعد مولانا محمد یار رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ کے حضور اولاد نرینہ کیلئے خاص دعا مانگی اور ساتھ ہی یہ نذر مانی کہ اگر لڑکا پیدا ہوا تو اسے اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے میں بسلسلہ خدمت دین وقف کر دوں گا، اللہ رب العزت نے یہ دعا قبول فرمائی اور انہیں فرزند عطا فرمایا جس کا نام "احمد یار" رکھا گیا۔ مولانا یار رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی نذر کے مطابق اس بچے سے علم دین کے حصول کے علاوہ اور کوئی کام نہ لیا اور اس بچے نے بھی آگے چل کر اپنی علمی زندگی سے یہ ثابت کر دیا کہ وہ واقعی "احمد یار" تھا اور اس قابل تھا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے راستے میں وقف کیا جاتا۔ حضرت مفتی احمد یار خاں رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۳۲۴ سن ہجری ہے۔

دور طالب علمی

مفتی صاحب کے دور طالب علمی کو پانچ مقامات (۱) اوجھیانی (۲) بدایوں شہر (۳) مینڈھو (۴) مراد آباد (۵) میرٹھ پر تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

پہلا دور

وطن اوجھیانی میں آپ نے اپنے والد ماجد سے قرآن مجید پڑھا اور اس کے بعد فارسی کی نصابی تعلیم نیز دینیات اور درس

نظامی کے آغاز کی کتب بھی انہیں سے پڑھیں اور ابتدائی تعلیم سے فارغ ہو کر نہایت چھوٹی عمر میں تحصیل علم کی خاطر وطن سے نکل کھڑے ہوئے اور سالہا سال تک بدایوں اور مینڈھو میں درس نظامی کے اسباق پڑھتے رہے۔ مینڈھو کی درسگاہ میں دیوبندی کتب فکر کے ممتاز مدرسین پڑھاتے تھے۔ اسی دور میں اپنے ایک عزیز کی ہمراہی میں مفتی صاحب کی ملاقات مرادآباد کی عظیم درسگاہ ''جامعہ نعیمیہ'' کے بانی صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوگئی۔ صدر الافاضل بڑے جوہر شناس انسان تھے۔ انہوں نے ہونہار طالب علم میں موجود صلاحیتوں کا ادراک کرلیا اور اعلیٰ تعلیم کے لئے تمام سہولتیں مہیا فرمادیں اور مفتی صاحب کو مرادآباد سے نہ جانے دیا۔ اس وقت کانپور کے علاقے میں علامہ مشتاق احمد معقولات اور ریاضیات کی تدریس میں یگانۂ زمانہ شمار کئے جاتے تھے۔ مولانا مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ نے معقول مشاہرے پر علامہ مشتاق احمد صاحب کو جامعہ نعیمیہ مرادآباد بلایا اور مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اعلیٰ تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا کچھ عرصے بعد علامہ مشتاق احمد صاحب میرٹھ تشریف لے گئے تو مفتی صاحب بھی بحیثیت شاگرد خاص ان کے ہمراہ تھے۔ یہاں یہ بات خصوصاً قابل ذکر ہے کہ تحریک آزادی کے ایک نامور سپاہی شیخ القرآن علامہ عبدالغفور ہزاروی بھی کانپور، مرادآباد اور میرٹھ میں علامہ مشتاق احمد صاحب سے تعلیم حاصل کرتے رہے تھے۔ اس طرح علامہ ہزاروی شیخ التفسیر مفتی احمد یار خان نعیمی کے استاد بھائی تھے۔ مفتی صاحب خود فرمایا کرتے تھے مرادآباد میری زندگی کی اہم سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کی محبت و شفقت، خاص توجہ اور حکیمانہ تربیت نے مفتی صاحب کی شخصیت پر گہرے اور انمٹ نقوش ثبت کئے تھے۔

دوسرا دور

طالب علمی کا دوسرا دور بدایوں شہر میں گزرا جہاں آپ گیارہ برس کی عمر یعنی تقریباً ۱۳۳۵ھ/۱۹۱۶ء میں آکر مدرسہ شمس العلوم میں داخل ہوئے اس مدرسے میں آپ تین سال تک یعنی ۱۳۳۵ھ تا ۱۳۳۸ھ/۱۹۱۶ء تا ۱۹۱۹ء تک تعلیم حاصل کرتے رہے۔ یہ وہ دور تھا جب مدرسہ شمس العلوم (بدایوں) میں علامہ قدیر بخش بدایونی مدرس تھے۔ مفتی صاحب ان کے حلقۂ تلامذہ میں داخل ہوئے۔ انہی دنوں مفتی عزیز احمد صاحب بدایونی اسی مدرسہ میں درس نظامی کے اختتامی اسباق پڑھ رہے تھے۔

مدرسہ شمس العلوم کے جس کمرے میں مفتی صاحب کو جگہ ملی اس میں دیگر بہت سے طالب علم بھی رہائش پذیر تھے اور اکثر و بیشتر شور و غل مچا رہتا تھا جو مفتی صاحب کیلئے باعث پریشانی تھا ایک شب طلبہ نے اس قدر غل غپاڑہ مچایا کہ مفتی صاحب اپنے اسباق کا مطالعہ بالکل نہ کرسکے۔ صبح علامہ قدیر بخش رحمۃ اللہ علیہ کی جماعت میں نحو میر کا سبق پڑھنے بیٹھے تو پوری توجہ اور یکسوئی کے باوجود سبق کی سمجھ نہ آئی۔ استاذ گرامی سبق کی تقریر کرتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے اور مفتی صاحب شروع کے حصے کی سمجھ میں نہ پڑنے پر پیچ و تاب کھا رہے تھے بالآخر رو پڑے۔ استاذ محترم نے یہ صورت حال دیکھی تو فرمایا۔ احمد یار یہ کیا ماجرا ہے؟'' آخر خود کردہ را علاج نیست'' مطالعہ بھی نہیں کیا اور سبق سمجھنے کی کوشش کی بھی کرتے ہو یہ کہہ کر حضرت علامہ نے اسباق میں باوضو بیٹھنے کی تلقین کی استاذ گرامی کی یہ بصیرت دیکھ کر مفتی صاحب حیرت زدہ رہ گئے اور دل میں فیصلہ کرلیا کہ آئندہ کلاس میں باوضو بیٹھا کریں گے۔ مفتی صاحب نے استاد صاحب کو رات کا تمام ماجرا کہہ سنایا جو مطالعہ نہ کرنے کا سبب بنا تھا۔ حضرت علامہ قدیر بخش صاحب نے اسی

وقت ہدایت جاری کی کہ احمد یار خان کیلئے فوراً علیحدہ کمرے میں رہائش کا انتظام کیا جائے اور دوسرا طالب علم عزیز احمد بدایوں احمد یار کے ساتھ رہے۔ الگ کمرہ ملنے سے مفتی صاحب کو شوروغل سے نجات مل اور ساری پریشانی ختم ہوگئی اس زمانے میں مفتی صاحب نے خوب دل لگا کر مسلسل محنت اور انتہائی شوق سے تعلیم حاصل کی۔

بالآخر تین برس پڑھنے کے بعد مفتی صاحب نے مدرسہ شمس العلوم کو خیرآباد کہا بقول مفتی عزیز احمد صاحب آپ کے اسباق نورالانوار تک پہنچ گئے تھے۔

تیسرا دور

بدایوں کے بعد مفتی صاحب کی طالب علمی کا تیسرا دور ریاست مینڈھو میں گزرا۔ یہاں والیان ریاست کے زیر اہتمام ایک دارالعلوم قائم تھا جس کے تعلیمی ماحول اور نظم ونسق کے متعلق لوگوں میں اچھی رائے پائی جاتی تھی۔ یہ مدرسہ اس وقت دیوبندی مسلک کا حامل تھا خود مفتی احمد یار خان صاحب فرمایا کرتے تھے کہ "دیوبندی اساتذہ کے پاس ایک عرصہ تک پڑھنے کے بعد یہ کھٹکنے لگ گیا تھا کہ علمی تحقیق کا کمال تو بس اسی گروہ میں پایا جاتا ہے لیکن جب خوش قسمتی سے صدرالافاضل مرادآبادی قدس سرہ سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے مجھے اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ایک رسالہ عطایا القدیر فی احکام التصویر مطالعہ کے لیے دیا تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی۔

مفتی احمد یار خان صاحب کے والد ماجد مسلک اور عقیدے کے اعتبار سے سنی حنفی تھے انہیں مفتی صاحب کا مینڈھو کے مذکورہ مدرسے میں پڑھنا ناگوار محسوس ہونے لگا تھا۔ ایک دفعہ سالانہ چھٹیوں میں گھر آئے تو گھر والوں کے احساسات کا اندازہ ہوا مفتی صاحب کے ایک چچازاد بھائی جو مرادآباد میں ملازمت کرتے تھے اور اب چند روز گھر رہ کر واپس جا رہے تھے انہوں نے مفتی صاحب پر زور دیا کہ میرے ساتھ مرادآباد چلیں اور وہاں مولانا نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کریں چنانچہ مفتی صاحب مرادآباد پہنچے اور مولانا مرادآبادی سے ملاقات ہوئی۔ صدرالافاضل نے چند سوالات کئے جن کے مفتی صاحب نے درست جواب دیئے آخر میں کچھ سوالات مفتی صاحب نے بھی حضرت صدرالافاضل سے کئے اور ان کے شافی جواب حاصل کئے۔ مفتی صاحب نے اپنے سامنے علم وحکمت کا دریا موجزن پایا۔ اُدھر صدرالافاضل قدس سرہ نے بھی اس نوعمر طالب علم میں جوہر قابل تاڑ لیا۔ پھر صدرالافاضل نے فرمایا، بھئی مولانا علم کے ساتھ حلاوت علم بھی ہو تو استقامت عطا ہوتی ہے اور انشراح صدر کی دولت ملتی ہے۔ مفتی صاحب نے دریافت کیا۔ حضرت "حلاوت علم سے کیا مراد ہے؟ حضرت نے فرمایا" حلاوت علم تو حضور علیہ السلام کی ذات سے نسبت قائم رکھنے ہی سے حاصل ہوسکتی ہے لفظوں میں بیان نہیں کی جاسکتی۔ اس گفتگو نے مفتی صاحب کے ذہن ودل پر انتہائی گہرا اور ناقابل فراموش تاثر چھوڑا۔

مذکورہ ملاقات کے بعد مفتی صاحب "جامعہ نعیمیہ" مرادآباد میں داخل ہو گئے اور صدرالافاضل نے مفتی صاحب کو ان کے مطلوبہ معقولات کے اعلیٰ اسباق شروع کرا دیئے لیکن حضرت مرادآبادی کی بے شمار مصروفیات کی وجہ سے اسباق کا تسلسل برقرار نہ رہ پاتا اور بیچ میں ناغے ہونے لگے اس صورت حال سے مفتی صاحب کو خاصی مشکلات لاحق ہوئی کچھ مرادآباد سے نکل کر

ہوئے۔ صدر الافاضل کو کو معلوم ہوا تو انہوں نے آدمی بھیج کر مفتی صاحب کو واپس بلایا اور طے کیا کہ آئندہ ان کی تعلیم کا حرج نہیں ہونے دیا جائیگا۔ حضرت صدر الافاضل نے اس مسئلے یہ حل سوچا کہ علامہ مشتاق احمد کانپوری (جو اپنے وقت میں معقولات کے امام اور نہایت بلند پایہ شمار ہوتے تھے) کو "جامعہ نعیمیہ" پڑھانے کے لیے بلایا جائے چنانچہ ان سے رابطہ قائم کیا گیا۔ علامہ کانپوری نے یہ شرط پیش کی کہ وہ تمام طالب علم جو اس وقت مجھ سے اسباق پڑھ رہے ہیں ان کے قیام و طعام کا انتظام آپ کے ذمے ہوگا! صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ نے شرط تسلیم کر لی اور یوں حضرت علامہ کانپوری جامعہ نعیمیہ مراد آباد تشریف لے آئے۔ مفتی صاحب کے بقول علامہ کانپوری کا اس زمانے میں اسّی (۸۰) روپیہ مشاہرہ مقرر ہوا تھا۔

چوتھا دور

اب مفتی صاحب کی طالب علمی کے نرالے عہد کی ابتدا ہوئی "استاذ گیا نے روزگار معلم و امام" اور "شاگرد وہ ذہانت اور شوق طلب علم کا پیکر" استاذ کے مدنظر یہ چیز کہ یہ وہ طالب علم ہے جس کے لئے ہمیں کانپور سے بلایا گیا اور شاگرد کو یہ احساس کہ یہ علامہ زماں استاذ بصرف مجھے پڑھانے کیلئے یہاں بلائے گئے۔

کچھ عرصے کے بعد علامہ مشتاق احمد کانپوری کو بعض ناگزیر وجوہات کی بنا پر مستقلاً میرٹھ جانا پڑ گیا۔ انہوں نے صدر الافاضل سے یہ کہہ کر اجازت حاصل کر لی کہ آپ کے اس طالب علم "احمد یار خان" کو میں اپنے ہمراہ میرٹھ لے جاؤں گا۔ صدر الافاضل نے اجازت مرحمت فرمادی اس طرح یہ ممتاز قافلۂ علمی مراد آباد سے میرٹھ کو عازم سفر ہوا۔ کانپور مراد آباد اور میرٹھ میں شیخ القرآن ابو الحقائق علامہ عبد الغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ مشتاق احمد کے زیر تعلیم رہے۔ مراد آباد اور میرٹھ میں مفتی صاحب نے کم و بیش تین سال پڑھا اور یہاں ان کی طالب علمی کا آخری دور تھا۔ بہر نوع بیس برس کی عمر میں آپ فارغ التحصیل ہو گئے۔

اس موقع پر آپ کے چچازاد بھائی جناب عزیز خان مرحوم نے فارسی میں قطعہ تاریخ تحریر کیا۔ تاریخ فراغت ۱۳۴۴ھ بمطابق ۱۹۲۴ء آیہ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیمًا سے نکالا گیا۔

چو احمد کہ با یار و خان است منضم
بہ نوک زباں گوہر سال سفتم
شدہ فارغ از علم دیں شکر حق
بگفتم فقد فاز فوزا عظیما

پانچواں دور

طالب علمی کا آخری دور مفتی صاحب کی آئندہ زندگی پر انمٹ نقوش چھوڑ گیا۔ معقولات میں مہارت و تبحر کا سرمایہ ۱۳۴۴ھ علامہ مشتاق احمد کانپوری سے ملا۔ دینی علوم کے ساتھ انکسار بھری وابستگی اور مرکز دین حنیف حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ والہانہ وابستگی کی دولت دارین حضرت صدر الافاضل سے پائی۔ حضرت صدر الافاضل قدس سرہ نے رسمی اسباق کی صورت میں مفتی صاحب کو بہت تھوڑا پڑھایا لیکن ان کی چشم حکیمانہ اور بصیرت مومنانہ نے مفتی صاحب کی ساری شخصیت ہی بدل کر رکھ دی۔ مفتی

صاحب خود فرمایا کرتے تھے "میرے پاس جو کچھ ہے حضرت صدر الافاضل کا عطا کردہ ہے" اور صدر الافاضل مولانا نعیم الدین کے اسم گرامی کی نسبت ہی سے نعیمی لکھتے تھے۔ مفتی صاحب کو روایت حدیث کی اجازت اور سند حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہ ہی نے عطا فرمائی تھی اور آگے مفتی صاحب اپنے تلامذہ کو یہی سند عطا فرماتے تھے۔

زیارت اعلیٰ حضرت

بدایوں کے دور طالب علمی میں مفتی صاحب اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی خدمت اقدس میں حاضری کیلئے بریلی شریف لے گئے تھے۔ خود مفتی صاحب کے بقول "میں کوئی دس بارہ برس کی عمر میں اعلیٰ حضرت کے دیدار کیلئے بریلی شریف حاضر ہوا تھا۔ ان دنوں ۷ا رجب قریب تھی اور اعلیٰ حضرت کی زیارت کا شرف حاصل ہوا اور اعلیٰ حضرت سے عقیدت زندگی کا سرمایہ بن گئی۔

تصانیف

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ اہل سنت و جماعت کا سرمایہ افتخار اور قابل فخر اہل قلم ہیں اور اگر یہ کہا جائے کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے بعد مفتی صاحب عظیم ترین مصنف ہیں تو اس میں قطعاً کوئی مبالغہ نہ ہوگا۔ اعلیٰ حضرت کے دینی لٹریچر کا آغاز عالمانہ اور محققانہ ہے۔ انہوں نے خصوصاً علماء فضلاء کے ذہنوں کو متاثر کرنے کی خاطر اپنی تالیفات میں بلند تعلیمی معیار قائم رکھا۔ علماء اور اہل علم ودانش طبقے کی بیداری کیلئے ضروری اور بنیادی دینی لٹریچر اعلیٰ حضرت کے قلم سے نکل چکا تھا۔ اب ضرورت تھی سادہ آسان اور براہ راست اور دل و ذہن پر اثر انداز ہونے والی تحریروں کی، چنانچہ اس میدان میں مفتی صاحب کے عظیم قلم نے وہ جوہر دکھائے اور ایسے معرکے سر کئے جو تا بہ قیامت اہل اسلام کیلئے مشعل راہ بنے رہیں گے۔

خود فرماتے ہیں کہ "میں جب لکھنے بیٹھتا ہوں تو یہ بات مد نظر رکھتا ہوں کہ میں بچوں، عورتوں اور دیہات کے کم پڑھے لکھے لوگوں سے مخاطب ہوں" تفسیر لکھنے کی ابتدا کی تو اس وقت بھی ان کا مطمح نظر یہی تھا کہ ایسی آسان اور سادہ انداز میں قرآن حکیم کی تفسیر لکھی جائے جس سے قرآن کے مشکل مسائل بھی آسانی سے سمجھ میں آسکیں "تفسیر نعیمی" کے دیباچے میں فرماتے ہیں۔ بہت کوشش کی گئی ہے کہ زبان آسان ہو اور مشکل مسائل بھی آسانی سے سمجھا دیے جائیں اور یہ سادگی اور آسانی صرف "تفسیر نعیمی" کے ساتھ خاص نہیں بلکہ آپ کی تمام تصانیف کا یہی انداز ہے۔ مفتی صاحب انتہائی مشکل مضامین کو بے حد واضح اور عام فہم بنا دیتے ہیں۔ وہ بلند علمی معیار اور عالمانہ ومحققانہ سطح برقرار رکھنے کے بجائے اپنی تحریر وتقریر دونوں کو خاص وعام کے بے حد قریب لے آئے تھے۔ ان کے مد نظر یہ بات ہوتی تھی کہ کم پڑھا لکھا انسان بھی ان کا بیان سمجھ سکے۔

مفتی صاحب مضمون کو واضح اور آسان پیرائے میں بیان کرنے کی خاطر روز مرہ زندگی سے بکثرت مثالیں منتخب کر لیتے تھے وہ اپنی تحریروں میں خاص وعام سے اتنے قریب ہو جاتے کہ ان کے اور قارئین کے درمیان کوئی حجاب یا دوری باقی نہ رہتی۔ مفتی صاحب کی بصیرت نورانی نے اپنے مسلکی لٹریچر کی کمی کو بھی محسوس فرمایا تھا کہ ہمارے ہاں تفسیر اور حدیث کے موضوعات پر بہت کم لکھا گیا ہے گزشتہ نصف صدی سے تفسیر قرآن کے سلسلے میں اعلیٰ حضرت کے ترجمہ اور صدر الافاضل کے تفسیری حواشی (خزائن العرفان) کو ہی کافی سمجھا گیا ہے مفتی صاحب فرمایا کرتے تھے "کاش میں اعلیٰ حضرت کے پاس ہوتا تو ان سے عرض کرتا کہ قرآن

حکیم کی تفسیر آپ کے قلم سے نکلی چاہیے قبلہ مفتی صاحب ہی نے صدر الافاضل کو اصرار کر کے "تفسیر خزائن العرفان" لکھنے پر آمادہ کیا تھا۔ صدر الافاضل دیگر مصروفیات کی وجہ سے مفصل تفسیر کا کام نہ کر سکے بلآخر مفتی صاحب نے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض روحانی کی بدولت اس عظیم کام کا بیڑا اٹھایا اور "تفسیر نعیمی" لکھنا شروع کی اور پہلے گیارہ پاروں پر اردو زبان میں گیارہ ضخیم مجلدات تحریر فرما گئے۔ تفسیر نعیمی بے حد و حساب مقبول ہوئی کہ لاکھوں لوگوں کے واسطے قرآن فہمی کے در کھل گئے۔ اس سلسلے میں آپ نے ایک کتاب "علم القرآن" تالیف فرمائی۔

تفسیر نعیمی کے علاوہ آپ نے ترجمہ کنز الایمان پر مفصل حواشی تحریر فرمائے جو تفسیر "نور العرفان" کے نام سے شائع ہوئے اور آپ کی یہ تصنیف اپنی سادگی اور اپنی سلاست کی بنا پر قبولیت کی انتہا بلندیوں پر ہے۔

آپ نے صحیح بخاری پر عربی حاشیہ "اشراح بخاری المعروف نعیم الباری" کے نام سے لکھا ہے۔ حدیث کی معروف کتاب "مشکوٰۃ المصابیح" کا ترجمہ اور مفصل شرح (اردو) مراۃ المناجیح کے نام سے آٹھ جلدوں میں مکمل کی۔ دیگر تصانیف میں "علم المیراث، جاء الحق، شان حبیب الرحمٰن، اسلامی زندگی، رحمت خدا بوسیلہ اولیاء، معلم تقریر، مواعظ نعیمیہ، سفرنامے حجاز و تبلیغیں (حج و زیارت)، حضرت امیر معاویہ پر ایک نظر، فتاویٰ نعیمیہ" کے علاوہ خطبات کا مجموعہ "خطبات نعیمیہ" شامل ہیں۔

درس و تدریس

مفتی صاحب تحصیل علوم سے فارغ ہو کر مختلف مقامات پر درس و تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔ حضرت صدر الافاضل نے آپ کو "جامعہ نعیمیہ مراد آباد" میں تدریس کے فرائض سونپے اور آپ نے بھی خود کو ایک کامیاب مدرس ثابت کر دیا۔ مراد آباد میں دوران تدریس دھوراجی کاٹھیاواڑ کے مدرسہ مسکینیہ کے منتظمین کی جانب سے صدر الافاضل سے درخواست کی گئی کہ دھوراجی میں ایک جامع الصفات اور بلند پایہ عالم دین بھیجا جائے جو تدریس، فتاویٰ اور خطبات تمام امور دینی احسن طریقے پر انجام دے سکے۔ صدر الافاضل نے مفتی صاحب کو دھوراجی جانے کی ہدایت فرمائی۔ مدرسہ مسکینیہ دھوراجی میں ایک بظاہر کم عمر اور نوخیز دکھائی دینے والے مفتی صاحب نے مدرسہ کے منتظمین کو اپنے علمی کمالات اور فاضلانہ مباحث سے حیران و ششدر کر دیا تھا اور وہ لوگ کہ رہے تھے کہ صدر الافاضل نے ہمارے پاس "بحر العلوم" بھیج دیا ہے۔ کچھ عرصہ بعد مفتی صاحب تدریس کیلئے واپس جامعہ نعیمیہ مراد آباد تشریف لے آئے تھے۔ مراد آباد سے آپ کو کھکھی شریف ضلع گجرات (پاکستان) سید جلال الدین شاہ صاحب کے دار العلوم میں بھجوا دیا گیا۔ یہاں کوئی وابستگی پیدا نہ ہو سکی اور آپ لاہور تشریف لے آئے کہ وطن واپس چلے جائیں ان دنوں صاحبزادہ سید محمود شاہ صاحب (ابن پیر ولایت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ) حزب الاحناف لاہور میں زیر تعلیم تھے۔ انہوں نے سید ابو البرکات صاحب کی وساطت سے مفتی صاحب سے درخواست کی کہ آپ وطن واپس نہ جائیں بلکہ گجرات میں انجمن خدام الصوفیہ کے دار العلوم میں تدریسی فرائض سنبھال لیں وہاں ایک جید عالم دین کی ضرورت ہے۔ اہل گجرات کی خوش نصیبی کہ مفتی صاحب رضامند ہو گئے اور پھر وہ گجرات گئے اور گجرات ان کا ہو کر رہ گیا۔ مذکورہ دار العلوم میں آپ کوئی بارہ تیرہ برس مدرس رہے گجرات ہی میں آپ مسجد غوثیہ (چوک پاکستان) میں سالوں بلاناغہ درس قرآن مجید دیتے رہے اور کوئی انیس بیس سال میں پہلی

مرتبہ قرآن مجید کا درس مکمل ہوا اور پھر دوبارہ شروع کیا گیا۔

شخصیت

مفتی صاحب کی شخصیت کا منفرد پہلو یہ تھا کہ آپ وقت کے انتہائی قدر دان اور اپنے معمولات و مشاغل کے سلسلے میں وقت کے پابند تھے۔ ہر کام بڑے سلیقے سے اپنے مقرر کردہ اوقات میں سرانجام دیتے حتی کہ لوگ آپ کے معمولات دیکھ کر وقت کا اندازہ کر لیا کرتے تھے ہمیشہ صبح نماز کیلئے مسجد تشریف لے جاتے، آپ ان لوگوں میں سے ہیں جن کیلئے شریعت بطور طبیعت کے بن جاتی ہے نماز، تلاوت، درود شریف اور حج و زیارات سے بے پناہ شغف تھا۔ آپ نے کئی حج بھی کئے اور زیارات کیلئے تشریف لے گئے تھے۔ سفر ہو کہ حضر، تہجد پابندی سے ادا فرماتے، غرض آپ کی شخصیت کا مکمل احاطہ کرنے کیلئے یہ صفحات کم ہیں۔

وفات حسرت آیات

۳ رمضان المبارک ۱۳۹۱ھ مطابق ۲۴ اکتوبر ۱۹۷۱ء آپ چند دن ہسپتال میں بیمار رہنے کے بعد اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ عالم اسلام ایک بلند دینی شخصیت ایک مایہ ناز اہل قلم سے محروم ہو گیا لیکن آپ کے روشن کئے ہوئے چراغ ہمیشہ اجالے بکھیرتے رہیں گے۔ آپ کا عرس ہر سال ۲۴ اکتوبر کو آپ کے مزار مبارک واقع احمد یار خان روڈ چوک پاکستان گجرات میں بڑی عقیدت واحترام اور حدود شریعت کے اندر رہتے ہوئے منعقد کیا جاتا ہے۔ (۸)

خود مصنف نے تفسیر لکھنے کی وجہ ذکر کی

مفسر نے خود اپنی تفسیر کے متعلق مقدمے میں تحریر فرمایا کہ "قرآن انسان کی دنیوی زندگی کا مکمل دستور العمل ہے اہل ہند نے مسلمانوں کے جذبہ سے قرآن سے غلط فائدہ اٹھایا اور اپنے خیالات فاسدہ کو تفسیری رنگ میں ظاہر کیا مرزائی نبوت مرزا کا مقصد لے کر مفسر بنے چکڑالوی اپنے مذہب نامہذب کی اشاعت تفسیر کی آڑ میں کرنے لگے بعض نے ولایتی عینک سے قرآن کو دیکھا اور جانبدارانہ تفسیر میں جا پڑے۔ بعض شیطانی دل و دماغ سے تفسیر قرآن کر کے صاحب قرآن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین نکالنے لگے جگہ جگہ مساجد میں قرآنی ترجمے کے درس کے بہانے مسلمانوں کو بہکایا جانے لگا ہے۔ جاہل اردو خواں جسے استنجا کی تمیز نہیں، مفسر بنا ہوا ہے اس لئے عرصہ سے میرا ارادہ تھا کہ ایسی تفسیر لکھوں جو عربی تفاسیر کا خلاصہ ہو اور موجودہ فرقوں کے نئے نئے اعتراضات کے جوابات دیتے چاہیے۔

پھر مزید لکھتے ہیں کہ گجرات علاقہ پنجاب (ہند) میں روزانہ تفسیر قرآن کرنے کی خدمت میسر ہوئی بعض احباب نے روزانہ تقریریں لکھنا شروع کیں چند پارے ختم ہوئے تو خیال ہوا انہیں چھپوا دیا جائے لہذا ان تحریروں پر نظر ثانی کر کے انہیں زوائد و تکرارات سے خالی کرنا نئے فوائد بڑھانا ضروری تھے کہ تحریر و تقریر میں فرق ہوتا ہے لہذا اس طرف توجہ کی، توجہ تو کر دی لیکن اتنے بڑے کام کی ہمت نہ پڑتی تھی پھر حق تعالیٰ کے بھروسہ پر یہ کام شروع کیا رب تعالیٰ میری زبان و قلم و کلام کو غلطی سے بچائے۔ (۹)

اس تفسیر کی تفسیری خصوصیات

پھر مصنف مزید اپنی تفسیر کی خصوصیات کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

۱) یہ تفسیر، تفسیر روح البیان، تفسیر کبیر، عزیزی، مدارک، محی الدین ابن عربی کا گویا خلاصہ ہے۔

۲) اردو کی بہترین تفسیر خزائن العرفان مصنفہ مرشدی استاذی صدر الافاضل الحاج سید نعیم الدین مراد آبادی کو مشعل راہ بنایا گویا یہ تفسیر اسی کی تفسیر ہے۔

۳) اردو تراجم میں نہایت اعلیٰ و بہتر ترجمہ اعلیٰ حضرت کنز الایمان پر تفسیر کی۔

۴) ہر آیت کا پچھلی آیت سے عمدہ تعلق و ربط بیان کیا۔

۵) آیات کا شان نزول نہایت وضاحت سے لکھا اگر چند شان نزول مروی ہیں تو وہ بھی لکھے پھر مطابقت بھی کی۔

۶) آیت کی اولاً تفسیر پھر خلاصہ تفسیر پھر تفسیر صوفیانہ ایمان افروز طریقہ سے بیان کی۔

۷) ہر آیت کے ساتھ علمی و فقہی فوائد و مسائل بالتفصیل لکھے۔

۸) ہر آیت کے تحت آریہ، عیسائی و دیگر ادیان بالخصوص دیابنہ، قادیانی، نیچری، چکڑالوی وغیرہم کے اعتراضات مع جواب لکھے۔

۹) زبان سہل و آسان رکھی گر علمی مسائل امکان کذب، عصمت انبیاء وغیرہ میں اگر دقت ہو تو چند بار پڑھیں اور علماء سے حل کریں۔

۱۰) تفسیر، تاویل، تحریف کا فرق صوفی، مولوی کی تعریف عمدہ فرق دونوں جماعتوں کے متعلقات پارہ اول کے اخیر میں بیان کی۔

۱۱) تاریخی نام اشرف التفاسیر المعروف تفسیر نعیمی رکھتا ہوں۔(۱۰)

۱۲) انیس سال میں پہلا درس قرآن مکمل ہوا، دوبارہ شروع ہوا خود فرماتے ہیں پھر لکھی اور تفسیری نکات و فوائد نئے اعتراضات و جوابات زائد کئے اب بفضلہ تعالیٰ یہ تفسیر بکھاور ہی ہو گئی ہے۔(۱۱)

مصنف کی تفسیر کی خصوصیات کا تفصیلی جائزہ مع امثلہ

پہلی خصوصیت: (۱۲)

ہر ایک آیت کا سابقہ آیت سے ربط بتانا نہایت احسن طریقے سے سمجھا دینا۔ مثلاً پارہ ایک سورہ بقرہ آیت نمبر ۶۰ واذا استسقی موسیٰ لقومہ فقلنا اضرب کے تحت لکھتے ہیں:

اس آیت کا پچھلی آیتوں سے چند طرح سے تعلق ہے۔

۱) ایک یہ کہ اس سے پہلے بنی اسرائیل پر آٹھ احسانات کا ذکر ہو چکا اب نویں احسان کا ذکر ہے۔

۲) دوسرے یہ کہ اب تک ان نعمتوں کا ذکر ہوا جن کی بنی اسرائیل نے ناشکری کی اب اس نعمت کا ذکر کے بظاہر ناشکری تو نہ کی لیکن اس سے ان کی فرقہ بندی اور اختلافات ظاہر ہوئے کیونکہ بنی اسرائیل سب ایک چشمے میں پانی نہ پی سکے۔

۳) تیسرے یہ کہ اب تک کھانے کے معاملہ کا ذکر تھا اور کھانا بنا پانی استعمال نہیں کیا جا سکتا اسلئے اب پانی کا ذکر ہوا۔

۴) چوتھے یہ کہ پہلے من وسلویٰ کا ذکر تھا جو اگلے لئے دنیاوی نعمت تھی جس سے ان کا پیٹ بھرتا تھا اب اس پانی کا ذکر جو ان کیلئے دنیاوی نعمت بھی اور دینی بھی۔

۵) پانچویں یہ کہ کہ پہلے آسمانی نعمتوں کا ذکر اب دنیاوی یعنی زمینی نعمتوں کا ذکر ہو رہا ہے۔

دوسری خصوصیت: (۱۳)

پہلے سطر لگا کر خود لفظی ترجمہ کرنا پھر اعلیٰ حضرت کا ترجمہ مثلاً مالک یوم الدین کے تحت لکھتے ہیں:

لفظی ترجمہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مالک دن بدلے کا

معنوی ترجمہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ روز جزا کا مالک

تیسری خصوصیت: (۱۴)

لفظاً لفظاً تفسیر کرنا۔ مثلاً اھدنا الصراط المستقیم کے تحت لکھتے ہیں:

لکھتے ہیں اس آیت میں چار کلمے ہیں علماء کے طریقے پر چاروں پر گفتگو کرنی ہے۔

اھد ہدایت سے بنا ہے جس کا معنی ہے۔۔۔۔۔۔ رہبری کرنا، مقصود کا پتا نشان دینا۔

ہدایت دو طرح کی ہے، ایک فقط راستہ دکھانا دوسرے مقصود پر پہنچانا۔

پھر آگے دونوں معنی کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں

''نا'' ضمیر جمع متکلم سے معلوم ہوا کہ دعا کرنے والا سب کے لئے دعا کر رہا ہے۔

صراط سے مراد شارع عام ہے، سب کے لئے دعا ہے اور صراط بڑا راستہ ہے اسلئے صراط ہی استعمال ہوا۔

مستقیم سے مراد سیدھا راستہ وہ جو بہت جلد مقصود تک پہنچا دے چلنے والے کو مڑنا نہ پڑے۔

چوتھی خصوصیت: (۱۵)

تفصیلاً تفسیر کرنا یعنی اولاً اوللاً تفسیر کرنے کے بعد آیت کریمہ کی تفصیل کرتے ہیں۔ مثلاً اوف بعھد کم وایای فار ھبو ن کے تحت لکھتے ہیں:

علماء بنی اسرائیل کو خطرہ تھا کہ اگر ہم اسلام قبول کرلیں گے تو ہماری وہ آمدنیاں بند ہو جائیں گی اور نذریں نیازیں تحفے ہدیے وغیرہ ختم ہو جائیں گے جو ہم کو اپنے جہلاء سے حاصل ہوتے ہیں، ہماری سرداری بھی جاتی رہے گی جو ہم کو اب حاصل ہے اسلئے ان سے کہا گیا کہ اے بنی اسرائیل میری وہ نعمتیں یاد کرو جو میں نے تم پر پہلے کیں اور تم اپنا وعدہ پورا کرو میں تم سے کیا ہوا وعدہ پورا کروں گا اور دنیا والوں اور یہاں کی مصیبتوں سے نہ ڈرو بلکہ ہم سے خوف کرو یعنی ایمان میں تم کو دنیوی نقصان ہے اور ایمان نہ لانے میں ہماری ناراضی جو دنیا و آخرت کا وبال ہے اور یہ اس سے زیادہ سخت ہے لہذا ہم سے خوف کرکے ایمان لے آؤ۔

خیال رہے کہ ڈر دو قسم کا ہوتا ہے، عذاب سے اور جلال سے پہلا ڈر تو دور ہو سکتا ہے دوسرا نہیں یعنی خوف جلال ہر وقت رہتا ہے اس لئے ایای فرمایا میری کبریائی اور جلالت ذات سے ڈرو یہ نہ کہا وعقابی فارھبون یہ بھی خیال رہے کہ قوت اور رہب میں فرق ہے خوف تو محض ڈر جانا ہے اور رہب ڈر کر برائیوں سے رک جانا کہ اللہ کا عذاب سنا دل کانپ گیا چار آنسو بہہ گئے، یہ خوف ہوا۔ اگر اللہ کی پکڑ سے ڈر کر گناہوں سے توبہ کرلی اور پھر ان کے قریب نہ گئے یہ رہب ہوا اور یہاں فرمایا گیا کہ مجھ سے ڈر کر میرے

محبوب کی مخالفت سے باز آجاؤ۔

پانچویں خصوصیت: (۱۶)

تفصیلاً تفسیر کے بعد خلاصہ پیش کرنا

مثلا اولئک الذین اشتروا الحیوۃ الدنیا بالآخرۃ فلایخفف عنہم العذاب ولاہم ینصرون.

اس آیت کی لفظی و تفصیلی تفسیر کے بعد خلاصہ لکھتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ یہودی جن کے یہ کرتب ہیں کہ ہر کام دنیا کیلئے کرتے ہیں آخرت کا کبھی کبھی دل میں خیال نہیں لاتے اور آخرت کے عوض دنیا قبول کر چکے ہیں یہ کس منہ سے کہتے ہیں کہ ہمیں کچھ روز عارضی عذاب ہو کر چھٹکارا ہو جائے گا غلط ہے بلکہ ان کے عذاب میں کسی قسم کی تخفیف نہ ہوگی نہ تو موقوف کر کے نہ ہلکا کر کے، اور نہ انہیں کوئی بیرونی امداد پہنچے گی۔

چھٹی خصوصیت: (۱۷)

لفظاً تفصیلاً اور خلاصۃً تفسیر کے بعد آیت میں موجود فوائد بیان کرنا۔ مثلاً او کلما عاھدوا عھدا نبذہ کے تحت فوائد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اس آیت سے چند فوائد حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ

وعدہ خلافی کرنا سخت جرم ہے اور نبی سے وعدہ خلافی کرنا اور بھی بہت سخت اور رب سے بے وفائی کرنا بڑا ہی سخت جرم ہے جس کی بات ٹھیک نہیں اس کا باپ کا ٹھیک نہیں۔

دوسرا فائدہ

عالم بے عمل اور جاہل برابر ہیں بلکہ ایسے عالم کی سزا سخت ہے کیونکہ جاہل تو کسی قدر معذور بھی ہے اسی لئے بزرگان دین فرماتے ہیں کہ زبانی وعظ صرف کان تک اور دل تک پہنچتا ہے یعنی بے عمل عالم کا وعظ اثر نہیں کرتا لوگ سن کر بھول جاتے ہیں۔

تیسرا فائدہ

اگر کتاب اللہ پر عمل نہ ہو تو اس کا چومنا چاٹنا ظاہری طور پر اس کو پڑھنا بیکار ہے جیسا کہ ان یہودیوں کے حال سے معلوم ہوا کہ بغیر عمل توریت کی تعظیم ان کے لئے کچھ کام نہ آئی اگر طبیب کا نسخہ ستھرے غلاف میں لپیٹ کر رکھا جائے روزانہ اس کو پڑھ لیا جاوے مگر اس پر عمل نہ ہو کبھی فائدہ نہ دے گا۔

مگر خیال رہے کہ یہ حکم ان لوگوں کے لئے ہے جو کہ کتاب اللہ کو حق نہ جانیں یا بے دھڑک اس پر عامل نہ رہیں جیسے کہ یہود کا حال ہے جو گنہگار مسلمان نادانی سے قرآن پاک پر پورا عمل نہیں کرتا پھر اپنے کو قصور مند مجرم جانتا ہے اس کے لئے قرآن پاک کی تعظیم اس کی تلاوت اس کو دیکھنا ضرور باعث ثواب ہے قرآن کریم کے ایک حرف پڑھنے میں دس نیکیاں ہیں محبوب کا نام لینے سے بیماری ہلکی پڑ جاتی ہے پیارے کا دیدار شفاء بیمار ہے بعض دواؤں کے نام سے مرض دور ہو جاتا ہے لہذا قرآن دیکھنا اس کا پڑھنا اس

کی تعظیم سب فائدہ مند ہے یہ نہیں کہ جو عمل نہ کر سکے وہ تلاوت اور تعظیم بھی چھوڑ دے۔

چوتھا فائدہ

حضور ﷺ اپنے ظہور سے پہلے رب کے حضور میں حاضر تھے کیونکہ فرمایا گیا من عند اللہ یہ رسول اللہ کے حضور سے آئے، حضور الٰہی سے وہ ہی آئے گا جو پہلے وہاں حاضر ہوگا تفسیر روح البیان نے لقد جاءکم رسول کی تفسیر میں ایک حدیث نقل فرمائی کہ ایک بار حضور ﷺ نے جبریل امین سے پوچھا کہ تمہاری عمر کتنی ہے کہا یہ تو مجھے خبر نہیں، ہاں اتنا جانتا ہوں کہ ایک ستارہ ستر ہزار سال کے بعد طلوع کرتا تھا میں نے اس کو 72 ہزار مرتبہ نکلتے دیکھا ہے فرمایا وہ ستارا ہمارا ہی نور تھا۔

پانچواں فائدہ

ایک شب پھول کی صحبت میں رہ کر تل بھی مہک جاتے ہیں کہ ان کا تیل جس دماغ پر پہنچے اس کو بھی معطر کر دے جو ذات کریم کہ کروڑوں سال رب کے حضور حاضر رہے اس کو کیا کچھ فیض نہ ملے ہوں گیں پھر وہ صحابہ جنہوں نے اس ذات کریم کی صحبت پائی وہ کیونکر نہ چمکے ہوں گے۔ رافضی صحابہ کرام کے کمالات کا انکار کر کے در حقیقت حضور ﷺ کی توہین کرتے ہیں اور دیوبندی حضور کے کمالات کے منکر ہو کر رب کے پاس رہ کر حضور ﷺ کو فیض حاصل نہ ہو۔

چھٹا فائدہ

حضور ﷺ رب کا ہدیہ ہیں جو کہ مسلمانوں کو عطا ہوا کیونکہ فرمایا گیا من عند اللہ اور بادشاہ اپنی حیثیت کے موافق ہدیہ دیتا ہے تو حق تعالیٰ کا ہدیہ تمام ہدیوں کا بادشاہ ہے حضور ﷺ تمام نعمتوں سے اعلیٰ نعمت ہیں۔

ساتواں فائدہ

اگر چہ سارے نبی اللہ کے پاس سے آئے اور حضور بھی مگر جتنا قرب رب سے حضور کو رہا اتنا کسی کو نہ ملا لہذا جو فیض رب سے حضور نے لیا وہ کسی نے نہ لیا آپ کے گھر میں آپ کے پاس ماں باپ بیوی بچے خدام اور دوست سب رہتے ہیں مگر جتنا قرب آپ کے دوست کو آپ سے ہوگا اتنا کسی سے نہ ہوگا۔ اس لئے قیامت میں حضرت خلیل فرمائیں گے کہ میں تو باہر کا دوست تھا، اس کے پاس جاؤ جو اندرونی دوست ہے اس لئے رب نے حضور کی خصوصی صفت فرمائی من عند اللہ

ساتویں خصوصیت: (۱۸)

فوائد کے بعد صوفیانہ تفسیر کرنا۔ مثلاً و اذ استسقی موسی لقومہ فقلنا اضرب بعصاک الحجر فانفجرت منہ اثنتا عشرۃ عینا۔ تعلق لفظی ترجمہ تفسیر، تفصیلی تفسیر، خلاصہ تفسیر، فوائد آیت کے بعد صوفیانہ تفسیر کرتے ہوئے مذکورہ آیت کے تحت لکھتے ہیں:

انسانی روح اور اسکی صفات مثل موسیٰ اور بنی اسرائیل کے ہیں کہ وہ اپنے رب سے حکمت و معرفت کا پانی مانگ رہے ہیں روح کے پاس لا الہ الا اللہ کا عصا ہے جس میں نفی اور اثبات کی دو چمکتی ہوئی شاخیں ہیں اس کو روح بارگاہ الٰہی سے لاتی ہے روح کو حکم دے کہ یہ عصا اس قلب پر مارے جو کہ مثل پتھر کے یا اس سے بھی زیادہ سخت ہے اس چوٹ سے بفضلہ تعالیٰ بارہ چشمے جاری

ہو گئے لا الہ الا اللہ میں بارہ حروف اور صفات انسانی بھی بارہ گروہوں میں ہیں، پانچ ظاہری (باصرہ، سامعہ، شامہ، لامسہ، ذائقہ) پانچ باطنی حسیں (مشترک، حافظ، خیال، وہم، متصرفہ) ایک قلب اور ایک نفس، ان میں سے ہر ایک اپنے گھاٹ کو پہچانتی ہے۔ قلب کا گھاٹ تقوی اور اطاعت ہے اور روح کا گھاٹ کشف مشاہدہ ہے۔ یہ روح حقیقت کے چشمے کا پانی تجلی کے پیالے سے ساقی کی عطا سے پیتی رہتی ہے اور فرمان آ جاتا ہے سقاھم ربھم شرابا طھورا، رب کا حکم ہے یہ حقیقی رزق کھاؤ یہودیو لیکن دین کو دنیا کے بدلے میں بیچ اور آخری چیز کو ادنی پر ترجیح دے کر اور ان دونوں کو موسی پر مقدم جان کر فساد مت پھیلاؤ۔

شاعر نے کیا خوب کہا

دھن دے تن کو راکھئے اور تن دے رکھئے لاج

تن من دھن سب واریئے ایک دھرم کے کاج

آٹھویں خصوصیت: (۱۹)

ایک آیت کے چند شان نزول بیان کر دینا پھر ان میں مطابقت کرنا۔

مثلاً ولقد انزلنا الیک آیات بینات وما یکفر بھا الا الفاسقو ن۔

اس آیت کا شان نزول بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔۔۔

ابن صوریہ نے ایک دفعہ عرض کیا تھا کہ اے محمد ﷺ آپ ہمارے درمیان کوئی ایسی چیز نہ لائے جسے ہم پہچانیں اور نہ آپ پر کوئی ظاہری آیت اتری جسے ہم دیکھتے اس کے جواب میں یہ آیت اتری۔

جبکہ تفسیر کبیر نے فرمایا کہ ایک دفعہ معاذ بن جبل رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ اے یہودیو پہلے تم اہل کتاب تھے اور ہم مشرک تم نے ان نبی آخر الزمان کی تعریفیں سن سن کر ہمیں ان کا شیدائی بنا دیا۔ رب کی شان کہ ہم نے اور تم نے اور تم نے ان کو بھی پایا تو تمہاری بتائی ہوئی باتوں سے ہم اس پر ایمان لے آئے تم کیوں محروم رہ گئے اس پر یہود نے کہا یہ توریت کی بتائی ہوئی نشانی لے کر نہ آئے جس سے ہم اس کو نبی مانیں تب یہ آیت اتری۔

مطابقت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ہو سکتا ہے کہ یہ دونوں واقعات ہوئے ہوں کہ ادھر تو ابن صوریا نے حضور سے عرض کیا ہو اور اُدھر دوسرے یہود نے معاذ بن جبل سے اور تب یہ آیت اتری ہو۔

نویں خصوصیت: (۲۰)

آیات کے ضمن میں حکایات سے واضح کرنا۔ مثلاً او کلما عاھدو اعھدا نبذہ فریق منھم اس آیت کے تحت حکایت نصیر الدین طوسی کے ذریعے آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔۔۔۔

نصیر الدین طوسی جو کہ علم ریاضی کا بڑا ماہر گزرا ہے ایک ولی کی ملاقات کرنے گیا کسی نے ان بزرگ سے عرض کیا کہ یہ دنیا کا اس وقت بڑا عالم ہے انہوں نے پوچھا کہ اس میں کیا کمال ہے کہا کہ علم نجوم میں کامل ماہر ہے فرمایا سفید گدھا اس سے زیادہ نجوم جانتا ہے طوسی کو بہت ناگوار گزرا اور وہاں سے اٹھ گیا۔ کمال اتفاق سے رات کو ایک چکی والے کے گھر پہنچا جس کے یہاں بہت

سے گدھے پلے ہوئے تھے گدھے والا بولا کہ حضرت آج سخت بارش ہوگی۔ اندر آرام کرو طوسی نے پوچھا تجھے کیا خبر اس نے کہا کہ جب میرا گدھا اپنی دم تین بار ہلاتا ہے تو سخت بارش ہوتی ہے آج اس نے دم ہلائی ہے چنانچہ کچھ دیر بعد تیز بارش آ گئی۔ تب پتا چلا کہ واقعی گدھے بھی علم نجوم والے سے زیادہ واقفیت رکھتے ہیں' ہوا میں اڑنا' دریا پر چلنا بڑا عالم ہو جانا کوئی کمال نہیں۔ مچھلی بھی تیرتی ہے۔ چیل آندھی کو اور مینڈک بارش کو پہلے سے ہی معلوم کر لیتے ہیں یہ اوصاف جانوروں میں بھی ہیں بڑا عالم شیطان کو بھی تھا اور تصوف اور فقیری اطاعت مصطفی ﷺ سے حاصل ہوتی ہیں۔

ریاضت نام ہے تیری گلی میں آنے جانے کا	تصور میں ترے رہنا عبادت اس کو کہتے ہیں
تجھی کو دیکھنا تیری ہی سننا تجھ میں گم ہونا	حقیقت معرفت اہل طریقت اس کو کہتے ہیں

حکایت

امام محمد غزالی کے چھوٹے بھائی حامد، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے نماز نہ پڑھتے تھے انہوں نے والدہ سے شکایت کی کہ حامد بھائی مجھ میں کیا خرابی دیکھتے ہیں کہ میرے پیچھے نماز نہیں پڑھتے امام حامد نے عرض کیا کہ ان کا قالب نماز میں رہتا ہے اور قلب کتابوں میں یعنی نماز میں قرأت کے وقت فقہی الجھنوں میں الجھے رہتے ہیں۔ والدہ نے فرمایا بیٹا یہ مرض تو تم میں بھی ہے کہ وہ تو نماز میں مسائل ڈھونڈتا ہے اور تم اس کی عیب جوئی کرتے ہو تو تم سے وہ بہتر ہے کہ ان کا قلب کتابوں میں رہتا ہے اور تمہارا قلب عیب جوئی میں نماز کامل وہ تھی کہ تم کو سوا اللہ کی خبر نہ رہتی اللہ پاک ایسی نماز نصیب فرمائے۔ (آمین)

دسویں خصوصیت: (۲۱)

اعتراضات خود ذکر کر کے ان کے جوابات دینا مثلاً اتـأمـرون الـنـاس بـالـبـر وتـنـسـون انـفـسـكـم وانتم تتلون الکتاب کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔۔۔

پہلا اعتراض

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عالم بے عمل کا وعظ کہنا جائز نہیں لہذا کوئی مسئلہ معلوم ہو جس پر ہم عامل نہ ہوں تو چاہئے کہ کسی کو غلطی کرتے ہوئے دیکھ کر بھی نہ بتائیں!

جواب

اس میں وعظ کی برائی معلوم نہ ہوئی بلکہ عمل نہ کرنے کی جہت سے خطا معلوم ہوئی۔ واعظ کو چاہئے کہ وعظ بند نہ کرے بلکہ عمل کرنا شروع کر دے اگر خود عامل نہ بھی ہو تب بھی دین کی تبلیغ کئے جائے کیونکہ ابھی تو ایک گناہ کر رہا ہے اور وعظ بند کر دینے پر دو گناہ، ایک بدعملی اور دوسرا دین کو چھپانا ہے۔ عالم بے عمل کی مثال چراغ والے لالٹین کی سی ہے کیونکہ وہ خود تو اس سے فائدہ حاصل نہیں کرتا مگر دوسروں کو فائدہ پہنچاتا ہے اور یہ بھی ایک نیکی ہے۔

دوسرا اعتراض

غریب مولوی کو چاہئے کہ زکوۃ اور حج کے احکام بیان نہ کرے، کیونکہ اپنی غریبی کی وجہ سے خود ان کا عامل نہیں لہذا وہ بے عمل ہے۔

جواب

بے عمل وہ کہلاتا ہے جس پر عمل کرنا ضروری ہو اور پھر بھی عمل نہ کرے لیکن جس کو شریعت نے معافی دی ہو وہ بے عمل نہیں۔ ایک طبیب بیمار کو دوا پلاتا ہے اگر بیمار کہے کہ حکیم صاحب پہلے دوا آپ پیو پھر مجھے پلاؤ تو وہ بے وقوف ہے کیونکہ اس کو دوا کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ حضورﷺ پر زکوۃ فرض نہ تھی لیکن آپ نے اوروں کو اس کا حکم دیا۔

گیارھویں خصوصیت: (۲۲)

کسی خاص موضوع پر مکمل سیر حاصل گفتگو کرنا۔ واتقوا یوما لا تجزی نفس عن نفس شیئا. اسکے ضمن میں شفاعت پر تفصیلی کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔۔۔

ساری امت مسلمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ باذن پروردگار جناب احمد مختارﷺ مسلمانوں کی شفاعت فرمائیں گے اور ان کے طفیل علماء و مشائخ بھی شفاعت کریں گے۔ اس دور سے ایک عرصہ قبل معتزلہ فرقے نے شفاعت کا انکار کیا اسی لئے تفسیر کبیر وغیرہ نے ان کی بہت تردید فرمائی۔ اب وہ فرقہ مٹ بھی گیا اور اس کا نام و نشان بھی جاتا رہا اس زمانہ میں دیوبندیوں اور وہابیوں نے شفاعت کا پرزور انکار کیا چنانچہ ان کے امام الطائفہ مولوی اسمٰعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان میں صاف صاف لکھ دیا کہ کوئی کسی کا سفارشی اور حمایتی نہیں اسی تقویۃ الایمان میں ص ۱۹ پر شفاعت بالاذن کا اقرار تو کیا مگر اس کے معنی ایسے بگاڑے جس سے شفاعت کی کوئی حقیقت باقی نہیں رہتی۔ یہ لکھ دیا کہ:

> ''شفاعت کی صورت صرف یہ ہے کہ ایک بادشاہ کسی مجرم کو خود چھوڑنا چاہتا ہے لیکن اپنا قانون ٹوٹنے کے ڈر سے بظاہر کسی سے سفارش کرا لیتا ہے اور وہ سفارش کرنے والا بھی شاہی اشارہ پاکر (مفت کرم داشتن) کے طریقے سے کچھ ظاہری سفارش کر دیتا ہے خدا کے ہاں کسی کی ایسی عزت نہیں جو جرأت سفارش کرے، نہ رب کو کسی سے محبت کہ اس کی بات محبت کی وجہ سے مان لے''

اس میں در پردہ شفاعت کا انکار کر دیا اب وہابی اور دیوبندی خدا کے خوف سے نہیں بلکہ مسلمانوں کے ڈر سے شفاعت کا اقرار تو کر لیتے ہیں اور حضور کو شفیع المذنبین بھی مان لیتے ہیں لیکن اس گھڑے ہوئے معنی سے جیسے قادیانی حضور کو خاتم النبیین دیگر معنی سے مان لیتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس موجودہ زمانے میں مولوی ابوالاعلیٰ مودودی نے شفاعت کے معنی یہ کئے کہ محض وہ ایک التجا اور درخواست جو انبیاء، ملائکہ، صحابی، اہل ایمان، اور سب بندے دوسرے بندوں کے حق میں کر سکتے ہیں۔ دیکھو مولوی صاحب کی کتاب ''قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں''

غور کرو کہ شفاعت کے معنی صرف دعاء خیر ہے تو پھر نبی کریمﷺ شفیع المذنبین نہ رہے بلکہ ہر مسلمان شفیع المذنبین ہے بلکہ ہم سب حضور کیلئے بڑے شفیع (معاذ اللہ) ہوئے کیونکہ ہم ہر وقت درود شریف پڑھتے ہیں درود حضور کے لئے دعا خیر ہی تو ہے۔

انکار شفاعت کی وباء لوگوں میں در پردہ پھیلائی جارہی ہے اس لئے ہم اس کے متعلق تھوڑی بحث کرتے ہیں اس بحث کے کچھ مضامین تو تفسیر کبیر سے لئے ہیں اور کچھ مضامین وہ ہیں جو رب نے ظاہر فرمائے اس بحث کے دو باب کئے جائیں گے پہلے

باب میں شفاعت کا ثبوت قرآنی آیات اور احادیث صحیحہ اور عقلی دلائل سے ہوگا اس میں یہ بھی بتایا جائے گا کہ حضور کی شفاعت فقط رب کا بہانہ نہ ہوگی بلکہ بالمحبت بھی ہوگی اور شفاعت بالعزت بھی اور یہ دونوں قسم کی شفاعتیں بالاذن میں ہی داخل ہیں اور دوسرے باب میں اس پر اعتراض و جواب۔ (یہ مکمل تفصیل اصل کتاب صفحہ ۱۳ تفسیر نعیمی جلد اپارہ ایک مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ میں ملاحظہ ہو)

بارھویں خصوصیت: (۲۳)

تاریخ پر کلام کرڈالنا۔ مثلاً واذ جعلنا البیت مثابۃ للناس وامنا کے تحت خانہ کعبہ کی تاریخ ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

خانہ کعبہ کی تاریخ

تاریخ ابن عساکر اور تاریخ ارزقی سے تفسیر عزیزی وغیرہ نے نقل کیا کہ جب حضرت آدم علیہ السلام بہشت سے زمین پر تشریف لائے تو بارگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ خدایا میں یہاں نہ تو ملائکہ کی تسبیح و تکبیر سنتا ہوں اور نہ کوئی عبادت گاہ دیکھتا ہوں جیسے کہ آسمان میں بیت المعمور دیکھتا تھا جس کے اردگرد ملائکہ طواف کرتے تھے جواب الٰہی آیا کہ جاؤ جہاں ہم نشان بتائیں وہاں کعبہ بنا کر اس کے اردگرد طواف بھی کرلو اور اس کی طرف نماز بھی ادا کرو حضرت جبریل علیہ السلام آدم علیہ السلام کی رہبری کیلئے ان کے ساتھ چلے اور انہیں وہاں لائے جہاں سے زمین بنی تھی یعنی جس جگہ پانی پر جھاگ پیدا ہوا تھا اور پھر وہی جھاگ پھیل کر زمین بنی حضرت جبریل نے وہاں اپنا پر مار کر ساتوں زمین تک بنیاد ڈال دی جس کو ملائکہ نے پانچ پہاڑوں کے پتھروں سے بھرا ۱ کوہ لبنان ۲ کوہ طور ۳ کوہ جودی ۴ حرا ۵ طور۔

بنیاد بھر کر نشان کے لئے چاروں طرف کی دیواریں اٹھادیں اس طرف آدم علیہ السلام نماز پڑھتے رہے اور اس کا طواف بھی کرتے رہے بعض روایت میں آیا ہے کہ خود بیت المعمور اتار کر اس بنیاد پر رکھ دیا گیا تو گویا بنیاد دنیوں پتھروں کی رہی اور عمارت بیت المعمور کی طوفان نوح تک کعبہ اسی حال میں رہا اس طوفان کے وقت وہ عمارت تو آسمان پر اٹھائی گئی اور یہ کعبہ کی جگہ اونچے ٹیلے کی طرح رہ گئی مگر لوگ برابر برکت کے لئے یہاں آتے تھے اور آکر دعائیں مانگتے تھے پھر ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ تک کعبہ اسی حال میں رہا جب حضرت اسمٰعیل و ہاجرہ اس میدان میں آکر ٹھہرے اور ان کی وجہ سے یہاں کچھ آبادی ہوگئی تب حضرت ہاجرہ کے انتقال کے بعد حضرت ابراہیم کو حکم ہوا کہ آپ اسمٰعیل کو ساتھ لے کر یہاں عمارت کعبہ بنائیں اس کی نشانی اسی طرح قائم فرمائی کہ ایک بادل کا ٹکڑا بھیجا گیا بلکہ سایہ سے کعبہ کی حد مقرر کر لی جائے حضرت جبریل نے اس سایہ کی مقدار خط کھینچا اور ابراہیم علیہ السلام نے اس خط پر یہاں تک زمین کھودی کہ بنیاد حضرت آدم نمودار ہوئی اور اس بنیاد پر عمارت بنائی اس کی مقدار یہ ہے کہ اس کی بلندی نو ہاتھ اور رکن اسود سے رکن شامی تک کی دیوار 33 ہاتھ اور رکن شامی سے رکن غربی تک کی دیوار 22 ہاتھ اور رکن غربی سے رکن یمانی تک 31 ہاتھ اور رکن یمانی سے پھر رکن اسود تک 30 ہاتھ لہٰذا اس وقت یہ کعبہ مستطیل کی شکل تھا جس کا طول عرض سے زیادہ اور خود طول کی شرقی غربی دیواروں میں ایک غیر محسوس سا فرق اس کا دروازہ زمین سے ملا ہوا جس میں کواڑ وغیرہ نہ تھا۔ (جتنی مکمل تفصیل اصل کتاب صفحہ ۶۲۹ تفسیر نعیمی جلد اپارہ ایک مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ میں ملاحظہ ہو)

تیرھویں خصوصیت: (۲۴)

مخصوص الفاظ سے مخصوص تعداد میں مواقع گنوانا۔ مثلاً صفحہ ۱۳۷ تفسیر نعیمی جلد ا پارہ ایک مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ پر سورہ بقرہ آیت ۱۲۵ کے تحت لکھا: ۱۵ مقامات پر دعا قبول ہوتی ہے۔

مکہ مکرمہ میں پندرہ جگہ دعا بہت قبول ہوتی ہے (۱) ملتزم (۲) دروازہ کعبہ کے درمیان (۳) میزاب یعنی کعبہ معظمہ کے پرنالے کے نیچے (۴) رکن یمانی کے پاس (۵) صفا (۶) مروہ کے درمیان (۷) سنگ اسود (۸) مقام ابراہیم کے پاس (۹) خانہ کعبہ کے اندر (۱۰) منیٰ شریف میں (۱۱) مزدلفہ میں (۱۲) عرفات میں (۱۳) تین جمروں کے پاس (۱۴) چاہ زمزم پر (۱۵) زمزم پیتے وقت (تفسیر عزیزی) جس کو وہاں کی حاضری نصیب ہو دعائیں مانگے اور فقیر کے لئے بھی دعا کرے۔

چودھویں خصوصیت: (۲۵)

وجہ تقدیم وتاخیر بیان کرنا۔ مثلاً صفحہ ۲۰۰ تفسیر نعیمی جلد ا پارہ ایک مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ پر سورہ بقرہ آیت ۳ کے تحت لکھتے ہیں: چند وجوہ سے ایمان اعمال پر مقدم ہے۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ ایمان اعمال کی اصل ہے۔

دوسری یہ کہ ایمان قلب (دل) کا کام ہے اور اعمال قالب (جسم) کا کام، دل بادشاہ ہے جسم اس کی رعایا لہٰذا دل کا کام جسم کے کام سے افضل ہے۔

تیسری یہ کہ ایمان سارے پیغمبروں کے دین میں یکساں رہا اور اعمال میں فرق ہوتا رہا اور ہمیشہ کی چیز بدلنے والی چیز سے افضل ہے۔

چوتھی یہ کہ ایمان لانا اسلام میں اول ہی سے فرض ہوا نماز زکوٰۃ وغیرہ بعد میں کہ نماز معراج میں فرض ہوئی اور باقی اعمال اس کے بھی بعد۔

پانچویں یہ کہ اعمال موت پر ختم ہو جاتے ہیں مگر ایمان موت اور قبر حشر وغیرہ میں ہر جگہ ساتھ رہتا ہے۔

چھٹی یہ کہ ایمان لانا سب پر فرض ہے مگر اعمال سب فرض نہیں چنانچہ کافر پر ایمان لانا فرض، بچے اور دیوانے اپنے ماں باپ کے تابع ہوئے۔ مسلمان پر ہر حالت میں ایمان لانا فرض نہیں لیکن نماز زکوٰۃ وغیرہ کوئی عبادت کافروں بچوں دیوانوں پر فرض نہیں اس طرح نماز، روزہ، حیض ونفاس والی عورت پر فرض نہیں، زکوٰۃ اور حج غریب پر فرض نہیں ان وجوہ سے ایمان کو پہلے بیان کیا گیا۔

پندرھویں خصوصیت: (۲۶)

یاد رہے کہ کر فرق بیان کرتے ہیں۔ مثلاً صفحہ ۴۸ تفسیر نعیمی جلد ا پارہ ایک مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ پر سورہ فاتحہ آیت نمبر ایک کے تحت خالق ومخلوق میں فرق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اگر چہ بعض بندے بعض بندوں کو ظاہری طور پر اور کچھ وقت کیلئے کسی قدر پالتے ہیں اس لئے اس کو مجازاً رب کہا جاتا ہے۔ جس پر قرآن کریم شاہد ہے، لیکن پھر بھی خالق کی تربیت میں بڑا فرق ہے۔

پہلا فرق یہ ہے کہ بندہ کسی کو کسی غرض کے لئے پالتا ہے خالق بغیر غرض کے، اگر ماں باپ بیٹے کو پالتے ہیں تو اس لئے کہ وہ بڑھاپے میں کام آئے، مالدار غریبوں کو پالتے ہیں یا تو اس لئے کہ ہمارا نام ہو یا اس لئے کہ ہم کو آخرت میں ثواب ملے، بادشاہ اپنے نوکروں کو تنخواہ دے اور پالتے ہیں اس لئے کہ وقت پر ہمارے کام آئیں غرض سب اپنی اپنی غرض کے لئے ہیں۔ حق تعالیٰ ہی ہے جو بغیر غرض کے پالے۔

دوسرا فرق بندہ کسی کو پالتا ہے تو اس کے مال میں کمی ہو جاتی ہے وہ ختم ہونے کے خوف سے بڑی احتیاط سے کام کرتا ہے۔ اگر آمدنی کم ہو جائے تو بہت سے نوکر نکال دیئے جاتے ہیں۔ حق تعالیٰ کے خزانے میں کبھی کمی نہیں ہوتی اس لئے اس کی تربیت سے کوئی نکالا نہیں جاتا۔

تیسرا فرق یہ کہ سخی بندے جب کسی کو پالتے ہیں تو اس پر احسان جتاتے ہیں اور بغیر مانگے دیتے نہیں۔ مگر حق تعالیٰ بغیر مانگے عطا کرتا ہے۔ وہ تو ایسا کریم ہے کہ جب ہم ماں کے پیٹ میں تھے ہم کو مانگنے کا شعور بھی نہ تھا تب وہ دے رہا تھا۔

چوتھا یہ کہ بندہ سب کو نہیں پال سکتا۔ گھر بار والا آدمی صرف اپنے بچوں کو پالتا ہے۔ بڑا آدمی صرف نوکر چاکر کو پالتا ہے لیکن رب سب کو پالتا ہے۔

پانچواں فرق یہ اور سخی لوگ زیادہ مانگنے والوں اور بہت سے سوالات سے گھبرا جاتے ہیں لیکن رب کریم ہے کہ اس کو بہت مانگنا پسند ہے۔ ہر گدا اس کے دروازے پر نئی ادا سے آتا ہے نئے ناز دکھاتا ہے مگر وہ سب کو اپنے فضل سے نوازتا ہے۔

اے کر باہر دل ترار رازے دگر
ہر گدارا بر درت نازے دگر

سولھویں خصوصیت: (۴۷)

نکات بیان کرنا۔ مثلاً صفحہ ۶۹ تفسیر نعیمی جلد ا پارہ ا ایک مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ پر تسمیہ کے تفسیری نکات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: بسم اللہ کے نکات میں دو قسم کے نکات ہیں ایک تو خود بسم اللہ میں، کہ ہر کام کے شروع میں کیوں پڑھی جاتی ہے، دوسرے بسم اللہ کے الفاظ میں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم میں کیا نکات ہیں؟

پہلا نکتہ کفار عرب اپنے ہر کام کو بتوں کے نام سے شروع کرتے تھے کہ بسم اللات والعزی لہٰذا ضروری ہوا کہ مومن مسلمان اپنے ہر کام کو اللہ کے نام سے شروع کرے تا کہ کفار کی مخالفت ظاہر ہو۔

فائدہ اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان کا ہر عمل کفار کی مخالفت ظاہر ہو۔ ان سے محبت اور مشابہت بہت بڑی چیز ہے۔

دوسرا نکتہ جس کام کی ابتداء اچھی ہو اس کی انتہا بھی اچھی ہوتی ہے بچے کے پیدا ہوتے ہی اس کے کان میں اذان کہی جاتی

ہے تاکہ اس کی ابتداء اللہ کے نام پر ہو اور اس کی تمام زندگی بخیریت گزرے، دکاندار دکان کی پہلی بکری ادھار نہیں کرتا بلکہ نقد پیسے مانگتا ہے تاکہ سارا دن تجارت کیلئے اچھا گزرے، اسی طرح مسلمان کو ضروری ہے کہ اپنے ہر کام کی ابتداء اللہ کے نام سے کرے تاکہ بخیر وخوبی انجام کو پہنچے۔

تیسرا نکتہ سرکاری مال پر کوئی سرکاری علامت لگادی جاتی ہے تاکہ چور اس کو لیتے ہوئے خوف کرے اور چرا نہ سکے کیونکہ سرکاری مال کی چوری ایک قسم کی بغاوت ہے اسی طرح مسلمان کو چاہئے کہ اپنے ہر کام کے اول میں بسم اللہ پڑھ دے تاکہ یہ بسم اللہ رب العالمین کی نشانہ ہی بن جائے اور شیطان چور اس میں اپنا دخل نہ دے سکے اور حدیث پاک میں آتا بھی ہے کہ جس کام کے اول میں بسم اللہ نہ پڑھی جائے اس میں شیطان شریک ہو جاتا ہے اور بسم اللہ کے پڑھ لینے سے وہ کام شیطان سے محفوظ رہتا ہے۔

چوتھا نکتہ آدمی جس کا ذکر کرتا ہے اس کو اسی کے ساتھ رکھا جاتا ہے انسان بسم اللہ پڑھے تو ان شاء اللہ دونوں جہان میں رحمت الٰہی اس کے ساتھ رہے گی تفسیر کبیر شریف نے بسم اللہ کے تحت ایک روایت بیان فرمائی اور فرمایا کہ اس پر کسی نقاش سے لا الہ الا اللہ لکھوا دو صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نقاش کے پاس لے گئے اور فرمایا کہ اس پر لکھ دے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ نقاش نے یہی لکھ دیا جب وہ انگوٹھی بارگاہ رسالت میں پیش ہوئی تو اس پر لکھا تھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ارشاد فرمایا اے ابوبکر یہ زیادتی کیسی؟ عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کے نام کو تو میں نے بڑھایا تھا میں نے نہ چاہا کہ رب کے اور آپ کے نام میں جدائی ہو جائے یعنی رب کا ذکر ہو اور آپ کا نہ ہو؟ لیکن اپنا نام میں نے نہیں بڑھایا یہ عرض معروض ہو رہی تھی کہ جبریل امین حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صدیق کا نام میں نے لکھا ہے کیونکہ صدیق اس سے راضی نہ ہوئے کہ آپ کا نام خدا کے نام سے علیحدہ ہو خدا تعالیٰ اس راضی نہ ہوا کہ صدیق کا نام آپ یعنی رسول اللہ ﷺ کے نام سے علیحدہ ہو تو خدائے پاک توفیق عطا فرمائے کہ اُس کا ذکر ہم اُس کے حبیب ﷺ کے ذکر کے ساتھ کیا کریں۔

پانچواں نکتہ دنیا کے سارے کام حقیقت میں انسان کے لئے زہر قاتل ہیں کیونکہ یہ رب تعالیٰ سے غافل کرنے والے ہیں اور اس کا تریاق رب کا نام ہے تو جو انسان رب کے نام سے سارے کام شروع کرے گا خدا چاہے تو اس کا کوئی کام غفلت پیدا نہ کریگا۔

چھٹا نکتہ جب کوئی فقیر کسی امیر کے دروازے پر جاتا ہے تو بھیک مانگنے کی غرض سے اس کی تعریف شروع کر دیتا ہے جس سے امیر سمجھ جاتا ہے کہ یہ بھکاری ہے میری تعریفیں کر کے مجھ سے مانگنا چاہتا ہے تو گویا فقیر کا یہ کہنا کہ گھر والا بڑا سخی داتا ہے مطلب اس کا یہ ہوتا ہے کہ کچھ دلوا دو اسی طرح جب انسان کوئی کام شروع کرتا ہے تو چاہتا ہے کہ رب تعالیٰ سے اس میں مدد مانگے اور اس کے پورا کرنے اور درست کرنے کی توفیق مانگے تو صاف صاف تو نہیں کہتا لیکن رب کی تعریفیں کرتا ہے اور اس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ میرے اس نام لینے کی لاج تیرے ہاتھ ہے تو ہی اس بیڑے کو پار لگانے والا ہے فقیر حقیر احمد یار خان اپنے رب قدیر کی بارگاہ میں اس کے محبوب ﷺ کا واسطہ پیش کرتا ہے کہ مولا! کہاں مجھ جیسا ضعیف البیان انسان اور کہاں تفسیر قرآن تیرے ہی نام سے اور تیرے ہی بھروسے پر اس کام کو شروع کیا تو ہی اس کو درست فرمانے والا ہے اور بخیر وخوبی انجام پہنچانے والا ہے۔

ساتواں نکتہ انسان کو چاہیے کہ ہر وقت اپنی عاجزی اور کمزوری اور نیازمندی اور رب تعالیٰ کی قدرت اور رحمت اور بے نیازی پر نگاہ رکھے تاکہ بڑے سے بڑا کام کرنے پر بھی اس کے دل میں یہ غرور پیدا نہ ہو کہ میں نے اتنا بڑا کام کرلیا بلکہ یہ خیال رہے کہ جو کچھ کیا رب نے کیا اس کا فضل تھا کہ مجھ سے کرالیا اور یہ بات جب ہی حاصل ہوگی جب کہ ہر وقت مولا کی طرف دھیان رہے لہٰذا جب کہ ہر کام کے شروع میں ہی بسم اللہ پڑھ لے گا تو ان شاء اللہ کبھی اس میں "میں" پیدا نہ ہوگی بلکہ "تو ہی تو" میں فنا رہے گا۔

سترھویں خصوصیت: (۲۸)

اقسام ومعانی بیان کرنا۔ مثلاً صفحہ ۱۰۰ تفسیر نعیمی جلد ایک پارہ ایک مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ سورہ بقرہ آیت نمبر ۳ کے تحت تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

غیب دو قسم کے ہیں ایک یہ کہ وہ ہم سے غائب جیسے کہ عالم ارواح کہ پہلے تو وہاں موجود تھا اور جب تو یہاں آگیا تو وہ ہم سے غائب ہوگیا دوسرا وہ جس سے تو غائب یعنی وہ تیرے پاس اور تو اس سے دور جیسے حق تعالیٰ کہ وہ ہماری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ لیکن ہم اس سے دور ہیں۔

یار نزدیک تر از من بمن است
ویں عجب تر کہ من از وے دورم

معانی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس آیت کے تین معنی ہیں ایک یہ کہ وہ غیب پر ایمان لاتے ہیں یعنی حق تعالیٰ کو اور جنت دوزخ وغیرہ کو بغیر دیکھے مانتے ہیں دوسرے یہ کہ وہ غیب یعنی دل سے ایمان لاتے ہیں زبان ظاہر ہے اور دل چھپا ہوا زبان سے تو منافقین بھی ایمان لے آئے تھے مگر قبول نہیں کیونکہ وہ غیب یعنی دل سے ایمان نہ تھا۔ تیسرے یہ کہ غیب میں یعنی مسلمان کے پیچھے بھی ایمان لاتے ہیں منافقین مسلمانوں کے سامنے تو کہہ دیتے تھے کہ ہم ایمان لے آئے مگر آپس میں کافروں سے ملتے تھے تو کہتے تھے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ تو اس میں یہ فرمایا گیا کہ مومن وہ ہے جو کہ ہر حال میں یعنی مسلمان کے سامنے بھی اور مسلمان کے پیچھے بھی ایماندار ہے۔

اٹھارھویں خصوصیت: (۲۹)

امثال کا ڈھیر لگا دینا۔ مثلاً صفحہ ۱۰۰ اسی تفسیر نعیمی جلد ایک پارہ ایک مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ سورہ بقرہ آیت نمبر ۳ کے تحت غیب پر ایمان کی مثالیں دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

ہمارا بدن شہادت ہے۔ قلب وروح غیب کا درخت اور اس کی سبزی شہادت ہے جڑ اور درخت کا وہ رس جس کے سوکھ جانے سے درخت خشک ہو جاتا ہے یہ غیب ہے ایسے ہی انبیاء کے لئے غیب وشہادت ہے۔ ابلیس نے آدم علیہ السلام کا ظاہر شہادت کی چیز دیکھی یعنی ان کا جسم اور جسم کی ساخت مگر ان کا اندرونی وصف خلافت الٰہی نہ دیکھی جو غیب تھی اسی لئے مارا گیا۔ اب بھی جن کی نظر حضور کی بشریت پر ہے وہ ابلیس کی طرح بدنصیب ہیں اس لئے یہاں ارشاد ہوا یومنون بالغیب قرآن کے ظاہری الفاظ شہادت ہیں، اس کا کلام الٰہی ہونا غیب اب جو حضور کو صرف بشر یا ابن عبداللہ یا عربی ہاشمی ہونا مان لیں وہ مومن نہیں یہ اوصاف تو

ابو جہل بھی مانتا تھا، حضور کو نبی، رسول، شفیع، خاتم الانبیاء وغیرہ ماننا ایمان ہے یہ حضور کے نعیمی اوصاف ہیں۔

انیسویں خصوصیت: (۳۰)

ایک ہی آیت کی دو تفسیریں بیان کرنا۔ مثلاً ثم قست قلوبکم کے تحت دو تفسیریں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حق تعالیٰ موجود یا گذشتہ بنی اسرائیل کو فرما رہا ہے کہ ان واقعات اور عجائبات قدرت دیکھنے کے بعد تمہارے دل اور بھی سخت ہو گئے اور گناہ کرتے کرتے ان میں پتھروں کی سی سختی آ گئی کہ جن میں نہ آگ اثر کرے اور نہ میخ وغیرہ گڑے اسی طرح تمہارے دلوں میں نہ تو خوف الٰہی نرمی پیدا کرتا ہے اور نہ انبیاء کرام کی نصیحت و وعظ اثر کرتی ہے بلکہ تمہارے دل پتھروں سے بھی زیادہ سخت ہیں کیونکہ ان سے تو کچھ فائدے بھی ہیں کہ وہ بخارات وغیرہ کا اثر قبول کرتے ہیں بعض سے تو پانی کے چشمے پھوٹ نکلتے ہیں جن سے ایک مخلوق فیض پاتی ہے اور بعض سے پانی رس کر اور جھڑ کر نکلتا ہے جس سے چشمے اور تالاب بن جاتے ہیں اور ان سے بھی لوگ کچھ نہ کچھ فائدہ حاصل کر لیتے ہیں اور بعض پتھر کی چوٹی سے زمین پر گر جاتے ہیں گویا کہ ہیبت الٰہی سے کانپ کر اس کو سجدہ کرتے ہیں مگر تمہارے دلوں کی سختی کا یہ حال ہے کہ تم نبی آخر الزماں کے وعظ پر قہقہہ اڑاتے ہو اس میں نبی کے فیض کا قصور نہیں بلکہ تمہارے دلوں کا فتور ہے سبحان اللہ پتھروں کے بیان میں کیسی نفیس ترتیب ہے کہ سب سے پہلے اعلیٰ فیض رساں پتھروں کا ذکر ہوا۔ پھر اس سے کم کا اور پھر اس پتھر کا جو با فیض تو نہیں مگر خود ہیبت سے کانپتا ہے منشا یہ ہے کہ اے اسرائیلیو تم کو نرمی قلب کے چار اسباب میسر تھے تو تم نے مصیبتیں بہت جھیلیں، سخت توبہ و عبادات بھی کیں، موسیٰ علیہ السلام کی صحبت میں رہے اور ان کی نگاہ کرم کے موقعہ پر موجود تھے پھر بھی تمہارے دل سخت رہے نرم نہ ہوئے۔ اگر اب تمہیں اس نبی آخر الزماں سے فیض نہ ملے تو اس میں تمہارے دلوں کا قصور ہے نہ کہ صحبت کے فیض میں کمی۔

دوسری تفسیر: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان تینوں قسم کے پتھروں سے کفار کے دل مراد ہوں کیونکہ جس طرح مسلمان کے دلوں کی صفائی مختلف ہوتی ہے اسی طرح قلوب کفار کی سختی بھی یعنی اے علماء یہود تمہارے دل عام کفار کے دلوں کی طرح یا ان سے بھی زیادہ سخت ہیں چنانچہ تفسیر عزیزی نے اس جگہ فرمایا کہ کفار کے دل چند طرح ہیں۔ بعض وہ ہیں کہ کدورت و نفسانی خواہشیں اور نیک لذتیں چھوڑ دیتے ہیں جس سے ان پر کسی قدر روحانیت غالب آ جاتی ہے اور ان سے کچھ عجیب باتیں ظاہر ہونے لگتی ہیں جس کو استدراج کہا جاتا ہے جیسا کہ اکثر تارک الدنیا پنڈتوں اور پادریوں میں دیکھا گیا ہے اور بعض وہ کفار ہیں کہ جن کے دلوں پر علم غیبی کا دروازہ کھل جاتا ہے اور ان کے دل بشریت کے پردہ کو پھاڑ کر عالم ارواح، عالم ملکوت میں گھر جاتے ہیں جس سے کہ وہ عالم کی چیزیں معلوم کر لیتے ہیں جنہیں حکماء اشراقین کہا جاتا ہے اور بعض کفار وہ ہیں جن کے دلوں میں پورا خدا کا خوف ہے اور دوسری ارواح سے فیض لے لیتے ہیں اس لئے ہر مذہب کے فاسق ان صفات سے محروم رہتے ہیں اور ہر مذہب کے عابد ان صفات کو پا لیتے ہیں غرض یہ کہ کشف اور عجیب باتوں کا ظہور مسلمانوں کے لئے ہی خاص نہیں بارہا کفار کو بھی حاصل ہوتا ہے البتہ مسلمانوں اور ان کفار میں فرق یہ ہے کہ مسلمان اس مرتبہ پر پہنچ کر مقبول بارگاہ ہو جاتا ہے اور ترقی کرتا ہے اور کافر کو یہ مقبولیت اور رضا حاصل نہیں ہوتی ہے کسی نے خوب کہا ہے

صفا باخبث باطن تیز گا ہے تیغ مگیر دو

برد بالوحہ راچو درد نعلبند تماشہ کن!

لہٰذا پہلے قسم کے کافر نیرو والے پتھر کی طرح ہیں۔ دوسرے قسم کے کفار چشمہ والے پتھر کی مانند تیسرے قسم کے بے دین بہت سے گرنے والے پتھر کی مثل اے علماء یہود تم ان کفار سے بھی گئے گذرے ہوئے اس تفسیر میں مشبہ اور مشبہ بہ ایک ہی جنس کے ہوں گے۔ یعنی دلوں کو دلوں سے تشبیہ ہوگی۔

بیسویں خصوصیت: (۳۱)

مخصوص جانوروں پرندوں اور حشرات الارض کا ذکر آنے پر اس کے عجیب فوائد وعجائبات بیان کرنا۔ مثلاً صفحہ ۱۸۱ پر تفسیر نعیمی جلد ایک پارہ ایک مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۶ کے تحت مچھر کے عجائبات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

نکتہ: مچھر وغیرہ میں چند عجیب خصوصیت ہیں:

ایک یہ کہ بھوکا رہ کر زندہ رہتا ہے۔ پیٹ بھر کر مر جاتا ہے۔ اسی طرح دنیادار مصیبت میں رب کی یاد کرتا ہے۔ عیش میں رب کو بھول جاتا ہے۔

دوسرے یہ کہ چھوٹی چیزیں حق تعالیٰ کی قدرت کو بڑی چیزوں سے زیادہ ظاہر کرتی ہیں کیونکہ چھوٹی چیزوں میں بھی وہی سارے اعضاء موجود ہوتے ہیں جو بڑی میں ہیں۔ چنانچہ مچھر میں ہاتھی کے سارے عضو موجود ہیں۔ حتیٰ کہ اس کی سونڈ بھی ہے بلکہ دو پَر زیادہ ہیں نیز انسان بڑی چیز کا اچھی طرح فوٹو کھینچ سکتا ہے۔ مگر مچھر وغیرہ کا صحیح فوٹو جس میں کہ اس کے سارے اعضاء موجود ہو جائیں، ناممکن ہے۔

تیسرے یہ کہ مچھر ہاتھی کو مار ڈالتا ہے لیکن ہاتھی مچھر کو نہیں مار سکتا۔

چوتھے یہ کہ مچھر بہادر اور دلیر ہے کہ شیر، ہاتھی اور سانپ وغیرہ قوی جانور انسان سے ڈر کر جنگل میں رہتے ہیں لیکن یہ بہادر انسان کے گھروں میں رہے اور آواز دے کر انسان کو کاٹے جس سے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ چاہے تو چھوٹے سے بڑا کام لے لے، اگر مچھر کی سی بہادری شیر اور سانپ میں ہوتی تو کوئی بھی انسان زندہ نہ رہتا۔

پانچواں یہ کہ بڑے بڑے بادشاہ مچھر سے عاجز ہوئے کہ اس کے دفع کرنے کی صدہا تدبیریں کرتے ہیں مگر اس سے امن نہیں ملتی نمرود جیسے جابر بادشاہ کو ایک مچھر نے اتنے جوتے لگوائے کہ اس کی خدائی کا نشہ دور ہو گیا اور آخر کار مچھر ہی نے اس کو ہلاک کیا، جس سے معلوم ہوا کہ جب بڑے سے بڑا انسان ایک مچھر کی برداشت نہیں کر سکتا تو جہنم کے سانپ بچھو کیسے برداشت کرے گا۔

اکیسویں خصوصیت: (۳۲)

صیغے کی بحث کرنا۔ مثلاً صفحہ ۳۳۲ پر یخادعون کے تحت تفسیر نعیمی جلد ایک پارہ ایک مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ صرفی صیغے کی تحقیق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یخادعون مخادعۃ سے بنا ہے جس کے معنی ہیں، ایک دوسرے سے دھوکے بازی کرنا۔

لہٰذا آیت کے معنی یہ ہوئے کہ یہ منافقین رب تعالیٰ کو اور مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہیں اور حق تعالیٰ اور مسلمان ان کو دھوکہ دیتے ہیں اور کسی کو دھوکہ دینا حق تعالیٰ کی شان کے بھی خلاف ہے اور مسلمان کے بھی، نیز کبھی جگہ باب مفاعلت شرکت سے خالی بھی ہو جاتا ہے جیسے سافرت میں نے سفر کیا عاقبت اللص یعنی میں نے چور کو سزا دی۔ اس کے معنی یہ نہیں کہ چور نے بھی مجھ کو سزا دی یہاں بھی یہی معنی مراد ہے۔

بائیسویں خصوصیت: (۲۲)

لغوی معنی کی بحث کرنا۔ مثلاً صفحہ ۱۲۹ پر تفسیر نعیمی جلد ایک پارہ ایک مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ میں صلوٰۃ کے تحت لغوی معنی کی تحقیق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

صلوٰۃ صلی یا صلو سے بنا ہے۔ صلی کے معنی ہیں آگ سے گرمی حاصل کرنا جس کا ترجمہ تاپنا قرآن فرماتا ہے لعلکم تصطلون چونکہ ٹیڑھے بانس کو آگ سے گرم کر کے سیدھا کرتے ہیں اسی طرح ٹیڑھے آدمی کو نماز کی برکت سے سیدھا کیا جاتا ہے اس لئے اس کو صلوٰۃ کہتے ہیں۔

صلی کے دوسرے معنی ہیں لازم پکڑنا قرآن کریم فرماتا ہے تصلی نارا حامیۃ چونکہ نماز بھی مسلمان کے واسطے لازم رہتی ہے، اس لئے اس کو صلوٰۃ کہتے ہیں۔

صلو کے معنی ہیں سرین چونکہ نماز پڑھنے کی حالت میں سرین کو حرکت ہوتی ہے، اس لئے اس کو صلوٰۃ کہتے ہیں قرآن پاک میں لفظ صلوٰۃ پانچ معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ دعا کے لئے 1. وصل علیھم۔ 2. تعریف کیلئے جیسے یصلون علی النبی۔ 3. قرآن پاک کی تلاوت کے معنی میں ولا تجھر بصلوتک. 4. رحمت کے معنی میں جیسے صلوات من ربھم. 5. نماز کے معنی میں جیسے اقیموا الصلوٰۃ یہاں اس آیت میں صلوٰۃ کے معنی نماز ہی ہیں۔

تیئیسویں خصوصیت: (۲۳)

حکمتیں بیان کرنا۔ مثلاً صفحہ ۳۰ تفسیر نعیمی جلد ا پارہ ایک مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ پر تسمیہ کے حروف کی حکمتیں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

بسم اللہ کو ب سے شروع کیا گیا اور اسم کے الف کو گرا دیا حالانکہ اقرا باسم ربک میں اگرچہ الف پڑھنے میں نہیں آتا مگر لکھنے میں آتا ہے اس کی وجہ کیا ہے؟

اس میں چند حکمتیں ہیں۔

پہلی حکمت: انسان نے عالم ارواح میں پیدا ہو کر سب سے پہلے لفظ بلیٰ بولا تھا یعنی رب تعالیٰ نے فرمایا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں سب نے عرض کیا بلیٰ یعنی ہاں ہے تو سب سے پہلے انسان کے منہ سے ب نکلی رب تعالیٰ نے اپنے نام کو ب سے شروع کیا تاکہ قرآن پاک پڑھتے ہی وہ عہد و میثاق یاد آ جائے۔

دوسری حکمت خدا پاک کا نام بر اور بار اور باری بھی ہے۔ اور یہ ب سے شروع ہوتے ہیں تو گویا اس میں رب تعالیٰ کے

بہت سارے اسموں کی طرف اشارہ بھی ہو گیا۔

تیسری حکمت: نحوی قاعدے سے ب ملانے کیلئے آتا ہے اور قرآن کی تلاوت کرنے والا بھی رب سے ملنا ہی چاہتا ہے اور الف بے تعلقی چاہتا ہے اس لئے وصل کی حالت میں گر جاتا ہے تو یہ چونکہ ملنے کا وقت ہے اس لئے ب سے ابتداء کی گئی۔

چوتھی حکمت: ب میں انکسار ہے اور الف میں بلندی ہے لکھنے میں اور بولنے میں بھی لہٰذا بندے کے اظہار عاجزی کیلئے ب ہی مناسب ہے۔ جہاں بسم اللہ کہا گیا جس کے معنی یہ ہوئے کہ اللہ کے نام سے شروع کر رہا ہے کیونکہ ابھی بندے کی ابتدائی حالت ہے اولاً نام تک تو پہنچ لے بعد کو ذات تک پہنچے گا۔

مصنف کا فقہی رجحان

تحریر مسائل سے موصوف حنفی المذہب معلوم ہوتے ہیں بلکہ یقیناً حنفی ہیں ولہٰذا اسی جلد کے صفحہ ۸۱ پر آمین کی بحث میں آمین آہستہ آواز میں کہنے کے موقف کو لکھتے ہوئے کہتے ہیں امام کے پیچھے آمین آہستہ کہنی چاہیے اور اسکے علاوہ بھی آہستہ کہنی چاہیے۔ **(۳۵)**

یہ مسئلہ مسلمہ مسائل حنفیہ سے ہے جبکہ شوافع کا موقف اسکے برعکس ہے، پھر مصنف نے دلائل بھی حنفیہ والے تحریر فرمائے۔ حتیٰ کہ حنفی مذہب پر میلان واضح ہونے کے ساتھ آگے جا کر ان کا اہلسنت ہونا بھی واضح ہو جاتا ہے کہ غیر مقلدین پر بڑی تفصیل اور پر مغز دلائل ابحاث لا کر ان کا رد کیا۔ اسی طرح اسی جلد کے صفحہ ۸۳ پر فاتحہ کے مسائل میں حنفی مسائل تحریر کیے اور قراءت خلف الامام میں غیر مقلدین کا خوب رد کیا۔ **(۳۶)**

ان تمام قرائن سے مصنف یقینی اہلسنت حنفی معلوم ہوتے ہیں۔

اختتام و تبصرہ

الغرض ہمارے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ مفسر کی تفسیری خصوصیات بلا شبہ اپنی مثال آپ ہیں لیکن اتنا ضرور یاد رہے کہ اتنی سلیس تفسیر کرتے ہوئے بھی تسامح سے نہ بچ پائے بعض سے ہٹ کر کسی دوسری غیر متعلق ابحاث کے درپے ہو جاتے ہیں۔

میرے خیال کے مطابق شاید اسکی ایک وجہ عقیدت میں غلو بھی ہے۔ اسکے علاوہ ہم نے فی الوقت فقط پہلی جلد سے چیدہ چیدہ خصوصیات کو یکجا کیا ہے اللہ کی رحمت سے موصوف کے قلم سے نکلی تمامی اجلاد سے اس طرح کی خصوصیات اور دیگر ابحاث مثلاً آپ کے تفردات طریقہ استدلال وغیرہ پر تفصیلی کام کرنے کا ارادہ ہے اللہ وقت میں برکت عطا فرمائے۔ اللہ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔ آمین بجاہ النبی الامین ﷺ

حوالہ جات

۱۔ سورۂ حشر آیت ۲۱

۲۔ سورۂ حجر آیت ۹

۳۔ سورۂ توبہ آیت ۳۳

۴۔ ہند و پاک کی بیسویں صدی کی تفاسیر کا جائزہ صفحہ ۹

۵۔ سورۂ فرقان آیت ۷۳

۶۔ سورۂ عنکبوت آیت ۶۹

۷۔ سورۂ یوسف آیت ۷۶

۸۔ مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح جلد اول مفتی احمد یار خان نعیمی قادری پبلشرز سن اشاعت ۲۰۰۵ صفحہ ۲۱۵ تا ۲۱۶

۹۔ تفسیر نعیمی مفتی احمد یار خان نعیمی مکتبہ اسلامیہ لاہور جلد اول صفحہ ۳

۱۰۔ تفسیر نعیمی مفتی احمد یار خان نعیمی مکتبہ اسلامیہ لاہور جلد اول صفحہ ۸

۱۱۔ تفسیر نعیمی مفتی احمد یار خان نعیمی مکتبہ اسلامیہ لاہور جلد اول صفحہ ۴

۱۲۔ تفسیر نعیمی مفتی احمد یار خان نعیمی مکتبہ اسلامیہ لاہور جلد اول صفحہ ۳۲۶

۱۳۔ تفسیر نعیمی مفتی احمد یار خان نعیمی مکتبہ اسلامیہ لاہور جلد اول صفحہ ۵۳

۱۴۔ تفسیر نعیمی مفتی احمد یار خان نعیمی مکتبہ اسلامیہ لاہور جلد اول صفحہ ۶۷

۱۵۔ تفسیر نعیمی مفتی احمد یار خان نعیمی مکتبہ اسلامیہ لاہور جلد اول صفحہ ۲۷۹

۱۶۔ تفسیر نعیمی مفتی احمد یار خان نعیمی مکتبہ اسلامیہ لاہور جلد اول صفحہ ۲۶۳

۱۷۔ تفسیر نعیمی مفتی احمد یار خان نعیمی مکتبہ اسلامیہ لاہور جلد اول صفحہ ۵۱۳

۱۸۔ تفسیر نعیمی مفتی احمد یار خان نعیمی مکتبہ اسلامیہ لاہور جلد اول صفحہ ۳۶۸

۱۹۔ تفسیر نعیمی مفتی احمد یار خان نعیمی مکتبہ اسلامیہ لاہور جلد اول صفحہ ۵۰۹

۲۰۔ تفسیر نعیمی مفتی احمد یار خان نعیمی مکتبہ اسلامیہ لاہور جلد اول صفحہ ۵۱۵

۲۱۔ تفسیر نعیمی مفتی احمد یار خان نعیمی مکتبہ اسلامیہ لاہور جلد اول صفحہ ۲۹۷

۲۲۔ تفسیر نعیمی مفتی احمد یار خان نعیمی مکتبہ اسلامیہ لاہور جلد اول صفحہ ۳۱۰ تا صفحہ ۳۱۶ خلاصہ

۲۳۔ تفسیر نعیمی مفتی احمد یار خان نعیمی مکتبہ اسلامیہ لاہور جلد اول صفحہ ۶۳۸

۲۴۔ تفسیر نعیمی مفتی احمد یار خان نعیمی مکتبہ اسلامیہ لاہور جلد اول صفحہ ۶۳۱

۲۵۔ تفسیر نعیمی مفتی احمد یار خان نعیمی مکتبہ اسلامیہ لاہور جلد اول صفحہ ۱۰۳

۲۶۔ تفسیر نعیمی مفتی احمد یار خان نعیمی مکتبہ اسلامیہ لاہور جلد اول صفحہ ۲۸

۲۷۔ تفسیر نعیمی مفتی احمد یار خان نعیمی مکتبہ اسلامیہ لاہور جلد اول صفحہ ۲۹

۲۸۔ تفسیر نعیمی مفتی احمد یار خان نعیمی مکتبہ اسلامیہ لاہور جلد اول صفحہ ۱۰۰

۲۹۔ تفسیر نعیمی مفتی احمد یار خان نعیمی مکتبہ اسلامیہ لاہور جلد اول صفحہ ۱۰۰

۳۰۔ تفسیر نعیمی مفتی احمد یار خان نعیمی مکتبہ اسلامیہ لاہور جلد اول صفحہ ۲۱۷

۳۱۔ تفسیر نعیمی مفتی احمد یار خان نعیمی مکتبہ اسلامیہ لاہور جلد اول صفحہ ۱۹۹
۳۲۔ تفسیر نعیمی مفتی احمد یار خان نعیمی مکتبہ اسلامیہ لاہور جلد اول صفحہ ۱۳۲
۳۳۔ تفسیر نعیمی مفتی احمد یار خان نعیمی مکتبہ اسلامیہ لاہور جلد اول صفحہ ۱۰۴
۳۴۔ تفسیر نعیمی مفتی احمد یار خان نعیمی مکتبہ اسلامیہ لاہور جلد اول صفحہ ۳۰
۳۵۔ تفسیر نعیمی مفتی احمد یار خان نعیمی مکتبہ اسلامیہ لاہور جلد اول صفحہ ۸۱
۳۶۔ تفسیر نعیمی مفتی احمد یار خان نعیمی مکتبہ اسلامیہ لاہور جلد اول صفحہ ۴۱